آج کے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آجکل دعا سے متعلق بہت لوگ سوال کرتے ہیں، مختلف طریقوں سے انسان کو خدا سے دور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے ، اگر کبھی کسی ابتلاء سے گزریں تو کم ایمان والوں کو فوراً شکوک پیش آنے لگ جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی ذات پر وہ ایمان نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ انہیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے تھا کہ کس حد تک انہوں نے اپنے ایمان کو پختہ کیا ہے؟ کس قدر اپنی عبادتوں کے معیار کو بلند کیا ہے؟

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کی روشنی میں دعا کے فلسفے ، اس کے آداب ، اور اس میں کامیابی کے متعلق بیان فرمایا۔

حضرت مسیح موعود ہمیں اچھے حالات میں بھی خدا کی عبادت اور دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں : جو امن کے وقت خدا کو نہیں بھلاتا خدا اسے مصیبت کے وقت میں نہیں بھلاتا۔ اور جو امن کے زمانے کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت میں دعائیں کرنے لگتا ہے تو اُس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہو تیں، جب عذاب الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو تو بہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے ، پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الٰہی کے نزول سے پیشتر دعا میں مصروف رہتا ہے۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 539 مطبوعہ ربوہ)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ خدا سے مانگتے وقت کس طرح کی حالت ہونی چاہیے اور اس کے کیا آداب ہیں آپ فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقلمند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اسی لئے سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے اور اس میں سکھایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الفاتحہ : 2)۔ یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔ الرحمن۔ یعنی بلا مانگے اور سوال کئے کے دینے والا۔ الرحیم ۔ یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمرات حسنہ مرتب کرنے والا ہے ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (الفاتحہ : 4)۔ جزا سزا اس کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے رکھے چاہے مارے۔ اور جزا سزا آخرت کی بھی اور اس دنیا کی بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ جب اس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ رب ہے ، رحمن ہے ، رحیم ہے۔ اسے غائب مانتا چلا آرہا ہے۔ اور پھر اُسے حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے : " اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ - اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحة: 6-5)۔ یعنی ایسی راہ جو کہ بالکل سیدھی ہے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ ایک راہ اندھوں کی ہوتی ہے کہ محنتیں کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ نہیں

نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: 7)

یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا اور وہ وہی صراط مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔ پھر غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ۔ نہ ان لوگوں کی جن پر تیر ا غضب ہوا اور وَلَا الضَّالین۔ اور نہ اُن کی جو دُور جاپڑے ہیں۔ " (ملفوظات جلد نمبر 2 صفحہ 679-680 مطبوعہ ربوہ۔ ایڈیشن 2003ء)

ان آداب کو سامنے رکھ کر نماز پڑھی جائے اور دعا کی جائے تو انسان ایک ایسی کیفیت میں سے گزرتا ہے جہاں اسے خدا تعالیٰ کا قرب اور اپنی حاجات بیان کرنے کا صحیح ادراک حاصل ہوتا ہے۔

اسی طرح دعا کرتے وقت مستقل مزاجی ضروری ہے اور جلد بازی انسان کو نقصان کی طرف لے جاتی ہے۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو دو مثالوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ایک یہ کہ کس طرح ایک حاملہ خاتون کو بچہ کی پیدائش کیلئے ہزار تکالیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ دوسری مثال آپ علیہ السلام نے بیان کی ہے کہ پھل حاصل کرنے کیلئے زمیندار کو کس قدر محنت درکار ہوتی ہے۔ اس محنت کے بغیر کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہی حال دعا کا ہے کہ جب تک انسان مستقل

دعا نہ کرے اور کرتا نہ چلا جائے اس وقت تک اس کی دعا اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتی جہاں اسے اللہ تعالی کے ہاں قبولیت کا درجہ حاصل ہو۔

آخر میں حضور انور نے پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں کیلئے دعا کی اپیل فرمائی۔